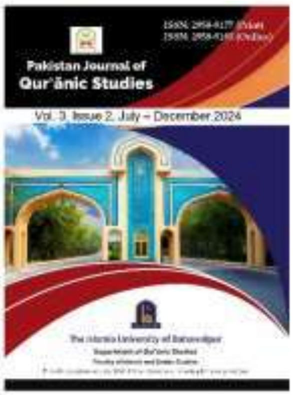

Pakistan Journal of Qur'ānic Studies

ISSN Print: 2958-9177, ISSN Online: 2958-9185

Vol. 3, Issue 2, July – December 2024, Page no. 225-251

HEC: https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089226#journal_result

Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs

Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/issue/view/206

Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3423

DOI: https://doi.org/10.52461/pjqs.v3i2.3423

Publisher: Department of Qur'ānic Studies, The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title **Recognition and Consideration of Public Welfare in the Prophetic Teachings: Necessity, Significance, and Practical Examples**

Author (s): **Muhammad Adnan Shami**

MS Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sialkot, hafizadnanqadri50@gmail.com

Muhammad Sami Ullah Siddiqui

MS Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sialkot, samiullahrizvi1122@gmail.com

Received on: 05 December, 2024

Accepted on: 15 December, 2024

Published on: 30 December, 2024

Citation: Muhammad Adnan Shami, and Muhammad Sami Ullah. 2024. “تعلیماتِ نبویﷺ میں مصالحِ عامہ کا ادراک اور رعایت: ضرورت، اہمیت اور عملی امثلہ: Recognition and Consideration of Public Welfare in the Prophetic Teachings: Necessity, Significance, and Practical Examples”. Pakistan Journal of Qur’ānic Studies 3 (2):225-51. https://journals.iub.edu.pk/index.php/pjqs/article/view/3423.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan.

All Rights Reserved © 2024 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

تعلیماتِ نبوی ﷺ میں مصالحِ عامہ کا ادراک اور رعایت: ضرورت، اہمیت اور عملی امثلہ

Recognition and Consideration of Public Welfare in the Prophetic Teachings: Necessity, Significance, and Practical Examples

Muhammad Adnan Shami
MS Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sialkot,
hafizadnanqadri50@gmail.com

Muhammad Sami Ullah Siddiqui
MS Scholar, Department of Islamic Studies, University of Sialkot,
samiullahrizvi1122@gmail.com

Abstract:

Prophet Muhammad ﷺ strongly emphasized the importance of public welfare as the cornerstone of a just and harmonious society. He lived a life of compassion and social justice, tirelessly advocating for the rights and well-being of all individuals, regardless of their social status. His teachings instilled a sense of collective responsibility, urging Muslims to care for the vulnerable and work towards the betterment of their communities.
This research explores the profound significance of public welfare within Islamic teachings, delving into its multifaceted dimensions, including economic justice, social equity, and environmental stewardship. By examining the practical examples and guidelines provided by the Prophet, we aim to illuminate the relevance of these principles in today's world. This study will demonstrate how the Prophetic teachings offer a comprehensive framework for addressing contemporary social challenges and promoting human flourishing, inspiring Muslims to actively engage in the pursuit of public welfare and contribute to the creation of a just and compassionate world.
Keywords: *Public Welfare, Islamic Teachings, Social Justice, Environmental Stewardship, Community Welfare.*

تمہید:

اسلامی تعلیمات میں مصلحت کا تصور بہت اہم ہے۔ مصلحت کا مطلب "کسی کام سے حاصل ہونے والا فائدہ یا نفع" ہے۔ اسلامی قوانین کا ہر حکم اس بات کو مد نظر رکھ کر بنایا گیا ہے کہ اس سے انسانوں کو فائدہ پہنچے اور ان کی زندگی آسان بن سکے۔ اسلامی قوانین کو سمجھنے کے لیے مصلحت کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلی قسم مصلحت ضروریہ ہے، جس کا مطلب ہے وہ کام جو انسان کی زندگی کے لیے بہت ضروری ہیں۔ جیسے کہ جان، مال اور عزت وغیرہ کی حفاظت۔ دوسری قسم

مصلحت حاجیہ ہے، جس کا مطلب ہے وہ کام جو زندگی کو آسان بناتے ہیں جیسے سفر میں نماز قصر کرنا وغیرہ۔ جبکہ تیسری اور آخری قسم مصلحتِ تحسینیہ ہے، جس کا مطلب ہے وہ کام جو انسان کو روحانی طور پر بلند کرتے ہیں جیسے نفل نماز اور صدقہ۔ اسلام میں ہر قانون کے پیچھے ایک حکمت ہوتی ہے۔ یہ حکمت انسان کی دنیاوی اور اخروی زندگی دونوں کے لیے فائدہ مند ہوتی ہے۔ اسلام کا مقصد انسان کو ایک بہتر مسلمان اور ایک بہتر انسان بنانا ہے۔

اسلامی قوانین کو سمجھنے کے لیے مصلحت کا تصور بہت اہم ہے۔ اس تصور کی مدد سے ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ اسلامی قوانین کیوں بنائے گئے ہیں اور ان کا مقصد کیا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں مصلحت کے اصول کو عملی طور پر پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی تعلیمات کے ذریعے انسانوں کو بہت سے فوائد پہنچائے۔ آپ ﷺ نے انسانوں کو ایک بہتر معاشرہ بنانے کی تعلیم دی۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیمات نے انسانیت کو ایک نیا راستہ دکھایا۔ آپ کی تعلیمات آج بھی انسانوں کے لیے رہنمائی کا کام کر رہی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں مصلحت کا تصور بہت اہم ہے۔ یہ تصور اسلامی قوانین کی بنیاد ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں مصلحت کے اصول عملی طور پر پیش کیے۔ آپ کی تعلیمات آج بھی انسانوں کے لیے رہنمائی کا کام کر رہی ہیں۔

تعارف:

اسلام کی بے شمار خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ دینِ اسلام مصالح اور حِکَم پر مبنی دین ہے۔ جس کی وضاحت کے لیے "مصالح فی الدین" کی اصطلاح مستعمل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات نازل فرمائے ان میں بنی نوع انسان کے لیے ان گنت فوائد مخفی ہیں۔ اگر ان احکامات پر عمل نہ کیا جائے اور ہدایاتِ خداوندی کو ترک کر دیا جائے تو ان فوائد و ثمرات سے محرومی کے ساتھ مختلف قسم کے نقصانات لازم آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رفعِ حرج کے متعلق ارشاد فرمایا "وَمَا جَعَلَ عَلَيكُمْ فِيْ الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ"[1] اور اللہ تعالی نے تمھارے لیے دین میں کوئی حرج / تنگی پیدا نہیں کی۔

ابن القیم الجوزی[2] اپنی شہرہ آفاق کتاب "اعلام الموقعین عن رب العالمین" میں لکھتے ہیں: الشريعة مبناها و أساسها على الحِكَمِ و مصالح العباد فی المعاش والمعاد وهی عدل كلها ورحمة كلها ومصالح كلها وحكمة كلها فكل مسئلة خرجت عن العدل الى الجور وعن الرحمة الى ضدها وعن المصلحة الى المفسدة وعن الحكمة الى العبث فليس من الشريعة وان ادخلت فيها بالتاويل۔[3]

---

[1] : الحج: 78۔

[2] : شمس الدین، ابو عبداللہ محمد بن ابو بکر الدمشقی، 691ھ کو دمشق میں پیدا ہوئے جبکہ ان کی سن وفات 751ھ ہے۔

[3] : الجوزی، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن ابو بکر، **اعلام الموقعین عن رب العالمین**، ج 1 ص 378، دار ابن الجوزی۔

شریعت اسلامیہ کی بنیاد حکمتوں اور بندوں کی دنیوی اور اخروی مصلحتوں پر قائم ہے، چنانچہ شریعتِ اسلامیہ سراپا عدل ورحمت اور حِکم ومصالح سے لبریز ہے، اسی لیے ہر وہ مسئلہ جو عدل کی بجائے ظلم، رحمت کی بجائے غضب، مصلحت کی بجائے فساد اور حکمت کی بجائے فضولیات کی طرف لے جانے والا ہو وہ حکم، حکمِ شرعی نہیں ہو سکتا، اگرچہ اسے تاویل سے شریعت میں داخل کرنے کی حتی المقدور کوشش کی جائے۔

قرآن وسنت میں بیان کردہ جملہ احکامات کا نزول مصلحت ومنفعت کے ساتھ ہوا، اوامر ونواہی میں کوئی امرِ ایجاب و سلب ایسا نہیں کہ جس میں اللہ تعالی کی طرف سے کوئی حکمت پوشیدہ نہ ہو، بندوں کی ضروریات کو مد نظر رکھتے ہوئے احکامات کا اترنا اس بات پر واضح دلیل وبرہانِ کاملہ ہے کہ اللہ تعالی نے ہمیشہ بندوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ فرمایا ہے۔ بندوں سے ضرر کو دور کرنا اور ان کے لیے نفع کا سامان پیدا کرنا شریعت مطہرہ کا بنیادی مقصود ہے، اس سلسلے میں فقہاء واصولیین نے قرآن وسنت کی رہنمائی میں کچھ اصول مرتب کیے ان اصولوں میں سے ایک اصل مصلحت بھی ہے جس کا تفصیلی ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

شریعتِ اسلامیہ میں کوئی عمل ایسا نہیں کہ جس میں اللہ تعالی نے کسی حکمت کو نہ رکھا ہو، اس حکمت کا ادراک انسانی عقل وفہم کر سکے یا انسان اس کو سمجھنے سے قاصر ہو بہر حال اس میں حکمت کا انکار نہیں کیا سکتا، مثلاً نماز کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ عملِ خیر فاعل کو بے حیائی اور برائی سے روکتا ہے، اسی طرح روزوں کی فرضیت کے فلسفے کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اس عمل سے تمہیں تقوی وپرہیز گاری نصیب ہو گی، غرضیکہ جملہ احکاماتِ الہیہ مبنی بر حِکم ہیں۔

مصلحت کا معنی ومفہوم:

مصلحت ان مقاصدِ خمسہ میں سے ایک مقصد ہے جنہیں مقاصد شریعت کہا جاتا ہے، مقاصد مقصد (مقاصد ص کی کسرہ کے ساتھ اور مقصد ص کی فتح کے ساتھ)[4] کی جمع ہے اس کے معنی ہیں مطلوب ومقصود اور اہداف ہیں، جبکہ اسی لفظ کا دوسرا معنی "میانہ روی" یعنی افراط وتفریط سے پاک ہونا جیسا کہ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا "وَ اقْصِدْ فِی مَشْیِکَ"۔[5] اور آپ اپنی چال میں میانہ روی اختیار۔

---

[4] : الدکتور، احمد مختار عمر، **معجم اللغۃ العربیۃ المعاصرۃ**، ج3، ص1082، عالم الکتب، القاہرۃ مصر۔

[5] : لقمان:19۔

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "القصد، القصد تَبْلُغُوا"[6] اے لوگو! تم میانہ روی سے اپنے دین پر چلتے رہو، عنقریب تم منزل مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔

مقاصد شریعت سے مراد وہ بنیادی مقاصد اور اہداف ہیں جو اسلامی شریعت کے جملہ احکام میں بالواسطہ یا بلا واسطہ پیش نظر رہتے ہیں۔ ایک اعتبار سے شریعت اسلامیہ کی عمومی حکمت کے لئے مقاصد شریعہ کی اصطلاح استعمال کی جاتی ہے۔ شریعت کے احکام میں جو مصلحتیں اور حکمتیں پنہاں ہیں اور جو حکمتیں پیش نظر ہیں، ان کا مطالعہ مقاصد شریعت کے عنوان کے تحت کیا جاتا ہے۔ مقاصد شریعت پر غور وخوض اور اس کے مختلف پہلوؤں کے مطالعہ کا آغاز اسی دن سے ہو گیا تھا جس دن قرآن کی صورت میں اسلام کے احکام نازل ہونا شروع ہوئے، اور نزولِ قرآن کے ساتھ ساتھ اس علم میں ارتقاء آتا گیا۔ خود رسول اللہ ﷺ نے بہت سے احکام کی حکمتیں بیان فرمائیں۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ان حکمتوں پر غور کیا اور بہت سے موتی دریافت کیے۔ صحابہ کرام کے اقوال وارشادات اور فتاوی میں ان حکمتوں کے بارے میں قیمتی اشارے ملتے ہیں۔

لفظِ "مصلحۃ بروزن مفعلۃ "صرفی اعتبار سے یہ لفظ "صلح "سے مشتق ہے، عربی زبان وادب کے معروف ادیب ابن منظور افریقی[7] نے لغوی بحث کرتے ہوئے اس کا درج ذیل معنی بیان کیا ہے مثلا۔

"المصلحة ضد المفسدة وهی واحد المصالح [8]،والصاد واللام والحاء اصل واحد يدل على خلاف الفساد"[9]

مصلحت مفسدہ کی ضد ہے اور یہ مصالح کی واحد ہے۔ "ص، ل، ح" اس کی اصل ہیں جو کہ فساد کے برعکس صلح کے معنی میں مستعمل ہے۔

مصلحت کی فقہی تعریفات:

مصلحت کے اصطلاحی معنی کے حوالے سے علماء فن نے اپنی اپنی علمی استعداد وذوق کے مطابق قلم اٹھایا ہے اور مختلف الفاظ وانداز سے اس کی تعریفات کی ہیں، مثلا

---

[6]: بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ**، کتاب الرقاق، ح، 6463، ج4، ص447، دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان۔

[7]: محمد بن مکرم الانصاری المصری، ابن منظور افریقی کے نام سے معروف ہیں، 630ھ میں قاہرہ میں پیدا ہوئے جبکہ 711ھ قاہرہ میں ہی وفات پائی۔

[8]: افریقی، ابن منظور، **لسان العرب**، ج2، ص517، دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

[9]: ابن فارس، **معجم مقاييس اللغة**، ج3، ص303، دار الجلیل، بیروت لبنان۔

حجۃ الاسلام امام غزالی[10] فرماتے ہیں: "المصلحة في الأصل عبارة عن جلب منفعة أو دفع مضرة، لكن نعني بالمصلحة المحافظة على مقصود الشرع من الخلق خمسة وهو أن يحفظ عليهم دينهم ونفسهم وعقلهم ونسلهم وماالهم وكل ما يتضمن هذه الأصول الخمسة فهو مصلحة وكل ما يفوت هذه الأصول فهو مفسدة ودفعها مصلحة ، إذا أطلقنا المعنى المخيل أو المناسب في كتاب القياس أردنا به هذا الجنس"۔[11] "مصلحت اصل میں حصول منفعت و دفعِ مضرت کا نام ہے، حصولِ منفعت اور دفعِ ضرر مخلوقِ خدا کی بنیادی ضروریات میں سے ہے اور خلق کی اصلاح اس امر یقینی پر ہے کہ ان کے مقاصد پورے کیے جائیں۔ یہاں اصلاح سے مراد وہ اصلاح ہے، جو شریعت کا مقصود ہے اور خلق کے حق میں شریعت کا مقصود پانچ امور ہیں حفاظتِ دین، حفاظت نفس، حفاظتِ عقل، حفاظت نسل اور حفاظت مال۔ لہٰذا ہر وہ حکم یا طریقہ جو ان پانچ اصولوں کا ضامن ہو گا وہ مصلحت اور اصلاح کہلائے گا اور جس سے یہ اصول فوت ہوتے ہیں وہ طریقہ مفسدہ کہلائے گا اور مفسدہ کو دفع کرنا واجب و لازم ہے"

مزید فرماتے ہیں: "وَمَقْصُودُ الشَّرْعِ مِنَ الْخَلْقِ خَمْسَةٌ: وَهُوَ أَنْ يَحْفَظَ عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَنَفْسَهُمْ وَعَقْلَهُمْ وَنَسْلَهُمْ وَمَالَهُمْ،فَكُلُّ مَا يَتَضَمَّنُ حِفْظَ هَذِهِ الْأُصُولِ الْخَمْسَةِ فَهُوَ مَصْلَحَةٌ، وَكُلُّ مَا يُفَوِّتُ هَذِهِ الْأُصُولَ فَهُوَ مَفْسَدَةٌ وَدَفْعُهَا مَصْلَحَةٌ"۔[12] "خلقِ خدا کے بارے میں شریعت کے مقاصد پانچ ہیں اور وہ یہ ہیں کہ اس کے دین، اس کی جان، اس کی عقل اس کی نسل اور اس کے مال کی حفاظت کی جائے، پس ہر وہ بات جو ان اصولِ خمسہ کی حفاظت کی ضامن ہو وہ "مصلحت" قرار پائے گی اور ہر وہ چیز جو ان پانچوں امور کی حفاظت میں مخل ہو وہ "مفسدہ" قرار پائے گی اور اس کا ازالہ "مصلحت" ہو گا"۔[13]

پھر فرماتے ہیں: "وَهَذِهِ الْأُصُولُ الْخَمْسَةُ حِفْظُهَا وَاقِعٌ فِي رُتْبَةِ الضَّرُورَاتِ،فَهِيَ أَقْوَى الْمَرَاتِبِ فِي الْمَصَالِحِ وَمِثَالُهُ قَضَاءُالشَّرْعِ بِقَتْلِ الْكَافِرِ الْمُضِلِّ وَعُقُوبَةِالْمُبْتَدِعِ الدَّاعِي إلَى بِدْعَتِهِ،فَإِنَّ هَذَا يُفَوِّتُ عَلَى الْخَلْقِ دِينَهُمْ،وَقَضَاؤُهُ بِإِيجَابِ الْقِصَاصِ أَدَبُهُ حِفْظُ النُّفُوسِ،وَإِيجَابُ حَدِّ الشُّرْبِ إذْ بِهِ حِفْظُ الْعُقُولِ الَّتِي هِيَ مِلَاكُ التَّكْلِيفِ وَإِيجَابُ حَدِّ الزِّنَا إذْ بِهِ حِفْظُ النَّسْلِ وَالْأَنْسَابِ، وَإِيجَابُ زَجْرِ الْغُصَّابِ وَالسُّرَّاقِ إذْ بِهِ يَحْصُلُ حِفْظُ الْأَمْوَالِ الَّتِي هِيَ مَعَاشُ الْخَلْقِ وَهُمْ مُضْطَرُّونَ إلَيْهَا-وَتَحْرِيمُ تَفْوِيتِ هَذِهِ الْأُصُولِ الْخَمْسَةِ وَالزَّجْرِ عَنْهَا يَسْتَحِيلُ أَنْ لَا

---

[10] : معروف متکلم و مفکر ابو حامد حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی، 430ھ کو طوس میں پیدا ہوئے جبکہ 505ھ کو طوس میں ہی وفات پائی۔

[11] : الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، **المستصفی فی علم الاصول**، ج 1 ص 286 دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان۔

[12] : المصدر السابق، ص 174۔

[13] : المصدر السابق، ص 286۔

تَشْتَمِلَ عَلَيْهِ مِلَّةٌ مِنْ الْمِلَلِ وَشَرِيعَةٌ مِنْ الشَّرَائِعِ الَّتِي أُرِيد بِهَا إِصْلَاحُ الْخَلْقِ"۔[14] اوران پانچوں اصول کی حفاظت ضروریاتِ دین میں سے ہے جو مصالح کا سب سے قوی ترین درجہ ہے اور اس کی مثال یہ ہے کہ شریعت نے ایسے کافر کے قتل کا حکم دیا ہے جس کا کفر دوسروں تک مُتعَدّی (یعنی ایک سے دوسرے میں پھیلنے یا اثرانداز ہونے والا) ہو، اسی طرح ایسے بدعتی کی سرزنش کا حکم دیا ہے جو اپنی بدعت کی طرف لوگوں کو دعوت دے، کیونکہ اس سے خلق کے دین کی حفاظت کا مقصد متاثر ہوتا ہے اور شریعت نے قصاص کا حکم دیا ہے؛ کیونکہ اس کے ذریعہ جان کی حفاظت ممکن ہے اور شراب پینے کی حد متعین کی ہے کہ عقول کی حفاظت کی جاسکے، جو انسان کی تکلیف کا مدار ہے اور حدِ زنا متعین کی تاکہ اس کے ذریعے نسل اور نسب کی حفاظت کی جاسکے اور چوروں اور غاصبوں کی سزا متعین کی ہے، تاکہ لوگوں کے مال کی حفاظت کی جاسکے، جس سے خلق کا معاش وابستہ ہے اور لوگوں کو اس کی احتیاج ہے، یہ پانچوں ایسے امور ہیں جن کی حفاظت کا خیال نہ رکھنا کسی ایسی ملت وشریعت میں ممکن نہیں جو خلق کی اصلاح کے لیے نازل کی گئی ہو۔

جبکہ امام شاطبی[15] نے موافقات میں مصلحت کی تعریف کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: "واعني بالمصالح ما يرجع إلى قيام حياة الإنسان وتمام عيشه ونيله ما تقتضيه أوصافه الشهوانية والعقلية على الإطلاق حتى يكون منعما على الإطلاق وهذا مجرد الاعتياد لا يكون: لان تلك المصالح مشوبة بتكاليف ومشاق، قلت او كثرت تقترن بها، أو تسبقها، أو تلحقها، كالأكل والشرب، واللبس والسكنى،والركوب،و النكاح، وغير ذلك، فإن الأمور لا تنال إلا بكد وتعب"۔[16]

مصالح سے مراد وہ تمام چیزیں ہیں جو حیاتِ انسانی کے قیام اور اس کی تکمیل کے لیے از حد ضروری ہیں، اور جو اس کی حسی اور عقلی خواہشات کو پورا کرتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں انسان کو مطلق طور پر خوشحال بناتی ہیں، اور یہ محض عادت نہیں ہوتیں کیونکہ یہ مصالح تکالیف اور مشقتوں سے جڑی ہوتی ہیں، خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ، ان کے ساتھ ہوتی ہیں، ان سے پہلے ہوتی ہیں یا ان کے بعد ہوتی ہیں۔ ان مثالوں میں کھانا پینا، کپڑے پہننا اور رہنا، سواری کرنا، شادی کرنا وغیرہ شامل ہیں۔ کیونکہ چیزیں محنت اور تھکاوٹ کے بغیر حاصل نہیں ہوتیں۔

---

[14]: غزالی، محمد بن محمد، **المستصفٰی فی علم الاصول**، ج1، ص286۔

[15]: ابو اسحاق ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، اندلس کے اہلسنت فقہ مالکی کے ممتاز عالم، 720ھ کو پیدا ہوئے اور 791ھ غرناطہ میں وفات پائی۔

[16]: الشاطبي، ابراہیم بن موسیٰ، **الموافقات**، ج2، ص2، دار ابن عفان، القاہرہ مصر۔

ڈاکٹر یوسف حامد العالم[17] نے مصالح کی وضاحت ان الفاظ میں کی ہے: "مقاصدِ شریعت وہ مصالح و فوائد کہلاتے ہیں جو بندوں کو دنیا اور آخرت میں حاصل ہوتے ہیں، خواہ یہ فوائد جلبِ منفعت، یا دفعِ مضرّت کے ذریعے حاصل ہوں"۔[18]

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ اصولیین نے "مصلحة" کے معانی و مفہوم مختلف زاویوں سے بیان کیے ہیں جن کا لب لباب یہ بنتا ہے کہ مقاصدِ شریعت سے مراد وہ اہداف ہیں جو شرعی احکام میں ملحوظ رکھے گئے ہیں اور وہ بھی ہیں جو اُن شرعی احکام پر مرتب ہوتے ہیں، چاہے وہ اہداف جزوی حکمتیں ہوں، کلی مصلحتیں ہوں یا محض اجمالی نشانیاں ہوں اور یہ سب اہداف اپنے ضمن میں ایک ہی ہدف رکھتے ہیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالی کی عبادت کا اظہار اور انسان کے لیے دنیا اور آخرت میں فوائد کا حصول۔ اللہ تعالیٰ نے احکام شرعیہ میں جو اپنے بندوں کے لیے فوائد رکھے ہوئے ہیں اصل میں وہی مقاصد شرعیہ ہیں۔

مثلاً: صوم کا فائدہ تقوی کا حصول ہے اور بذریعہ صوم تقوی کا یہ حصول مقصدِ شرعی ٹھہرا۔ اسی طرح جہاد کے مقاصد میں ایک مقصد دشمن کی جارحیت کو دفع کرنا ہے تو جہاد کے باب میں یہی شرعی مقصد کہلائے گا۔ اور سابقہ دو مثالوں کی طرح مقاصد نکاح میں سے ایک مقصد شرمگاہ اور نظروں کی حفاظت ہے لہذا نکاح کے باب میں یہی چیز شرعی مقصد کہلائے گی۔

مصلحت کی اقسام و انواع:

بنیادی طور پر مصلحت کی دو قسمیں ہیں: پہلی اخروی مصلحت اور دنیوی مصلحت، مصلحتِ اخروی سے مراد موت کے بعد آخرت میں رضائے الٰہی کا حصول، جنت میں داخلہ اور آتشِ دوزخ سے نجات ہے۔ جبکہ مصلحتِ دنیوی کا تعلق اس دنیا کی مختصر سی زندگی میں حصولِ منفعت یا دفعِ مضرّت سے ہے[19]۔ ہمارے جمہور فقہاء نے دنیوی مصالح کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔

1. مصلحتِ ضروریہ
2. مصلحتِ حاجیہ
3. مصلحتِ تحسینیہ۔[20]

---

[17] : ڈاکٹر یوسف العالم معروف مصنف 1928ء کو سوڈان میں پیدا ہوئے اور 1988ء کو وفات پائی۔

[18] : ڈاکٹر، یوسف حامد العالم، **المقاصد العامة للشريعة الاسلامية**، ج 1، ص ۷۹، المعهد العالمی للفکر الاسلامی، امریکہ۔

[19] : کریمی، محمد جرجیس، **دین مین حکمت و مصلحت کی اہمیت**، عالمی ماہنامہ ترجمان القرآن، مئی 2012۔

[20] : ابو اسحاق، ابراہیم بن موسی الشاطبی، **الموافقات فی اصول الشریعة**، ج 2، ص 8۔

1- مصلحتِ ضروریہ:

وهي المصلحة التي تتوقف عليها حياة الناس،بحيث لا يستقيم النظام باختلالها، فإذا اختلت تؤول حالة الأمة إلى فساد، وتكون حياة أشبه بحياة الأنعام، ولا تكون على الحالة التي أرادها الله من خلق الإنسان، وقد يقضى هذا الاختلال إلى اضمحلال الأمة بأن يقتل بعضهم بعضا، أو بتسليط الأعداء عليها۔[21]

مصلحت ضروریہ سے مراد وہ مصلحت جس کی رعایت کیے بغیر انسانی زندگی کا بہترین تصور ممکن نہیں، اور یہی انسان کے بنیادی حقوق بھی کہلاتے ہیں۔ مصلحتِ ضروری پانچ چیزوں پر مشتمل ہے:

1. دین
2. جان
3. عقل
4. نسل
5. مال

اب ہم ذیل میں اس کی تفصیل بیان کرتے ہیں:

1. حفاظتِ دین
2. حفاظتِ جان
3. حفاظتِ عقل
4. حفاظتِ نسل
5. حفاظتِ مال

☆دین کی حفاظت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کے صلاح وفلاح کے لیے دین نازل فرمایا اور انسان کی قوتِ نظری اور عملی دونوں کی تکمیل کے لیے صحیح عقیدہ اور عبادت کی تلقین کی اور یہ بات فرض کی کہ آدمی سچے دین سے وابستہ رہے اور دین کی حفاظت کی خاطر جہاد فرض کیا، غلط افکار وعقیدہ کی ترویج کی ممانعت کی، ارتداد کی سزا متعین کی اور دینِ حق سے پھر جانے پر عقوبت رکھی ہے، گو کہ

[21] : ابن اشور، شیخ محمد طاہر، **مقاصد الشریعۃ الاسلامیۃ**، ج 1، ص 304، المرکز المغربي للبحوث والترجمة، المغرب۔

اصولی حیثیت سے فکر و عقیدہ کی آزادی دی ہے، لیکن جب یہ آزادی دینِ حق کی راہ میں رکاوٹ بننے لگے تو پھر فسادِ دین کے سدِ باب کا حکم دیا۔

☆جان کی حفاظت:

اس کرۂ ارض پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا اور توالد و تناسل کے سلسلہ اور نسلِ انسانی کے وجود اور اس کی بقا اور استمرار کے لیے نکاح کو مشروع قرار دیا ہے، کھانا پانی اور لباس کی وہ مقدار جو جان کی حفاظت کے لیے ضروری ہو اس کے استعمال کو ضروری قرار دیا، دوسری طرف انسانی جان کو پیش آنے والے خطرات سے باز رہنے کی تلقین کی ہے، خودکشی کو حرام کیا ہے قتل نفس کی سزا رکھی ہے اور قصاص، دیت اور کفارہ وغیرہ متعین کئے ہیں تاکہ انسانی جان کی حفاظت کی جا سکے۔

☆عقل کی حفاظت:

عقل اللہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہے جو انسان کو بہت سی دوسری مخلوقات پر امتیاز بخشتی ہے اور وہی اس کے احکامِ شریعت کے مکلف ہونے کی بنا بھی ہے، شریعت نے عقل کی حفاظت کی تلقین کی ہے اور اس میں بالیدگی کے لیے علم کو ضروری قرار دیا ہے اور ہر اس چیز سے روکا ہے جو انسان کی عقل کو کمزور کرے، یا زائل کر کے جرم کا ارتکاب کرے، اس کی حد متعین کی اور اس کے لیے کوڑوں کی سزا طے کی ہے۔

☆نسل کی حفاظت:

نسل انسانی کی حفاظت کی خاطر ایک طرف نکاح کو مشروع قرار دیا ہے تو دوسری طرف نسب کے اختلاط سے بچانے اور عداوت و دشمنی سے روکنے کے لیے زنا کو حرام قرار دیا ہے، اسی طرح حدِ قذف متعین کی تاکہ معاشرہ میں بے حیائی کی باتیں نہ پھیلیں اور نسلِ انسانی شک و شبہہ کا شکار نہ ہو اور انسانی جان کی طرح اس کی نسل بھی محفوظ رہے۔

☆مال کی حفاظت:

مال بھی اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت ہے، انسان کی زندگی کا قیام و نظام اسی سے وابستہ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک طرف مال کمانے کی اجازت دی اور اس کے لیے جدوجہد اور سعی کا حکم دیا تو دوسری طرف بیع و شراء اور اجارہ و عارت وغیرہ کو مشروع قرار دیا، تاکہ مال کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا جا سکے۔[22]

[22]: کریمی، محمد جرجیس، **دین میں حکمت و مصلحت کی اہمیت**، عالمی ماہنامہ ترجمان القرآن، مئی 2012۔

2- مصلحتِ حاجیہ:

شریعت کے مقاصد و مصالح کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ انسانی زندگی سے تنگی اور مشقت کو دور کیا جائے، گویا ان مصالح و تحقیق پر دنیوی واخروی زندگی موقوف تو نہیں ہے، لیکن دفعِ حرج ومشقت کے لیے ان کی رعایت ضروری ہے، مثال کے طور پر سفر میں نماز کو قصر کے ساتھ پڑھنے کی اجازت، اسی طرح رمضان میں مریض اور مسافر کے لیے روزہ نہ رکھنے کی اجازت، یا قیام پر قدرت نہ رکھنے والے شخص کے لیے اس بات کی اجازت کہ وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے، حیض ونفاس میں مبتلا عورت کے لیے نماز نہ پڑھنے کی تاکید اور سفر وحضر میں خفین پر مسح کرنے کی اجازت وغیرہ ایسے احکام ہیں جو شرعی مقاصد و مصالح کی اس دوسری قسم کے ذیل میں آتے ہیں۔

اسی طرح قرض، لین دین کی اجازت، کسی دوسرے کی طرف سے حقوق کے بارے میں ضامن وکفیل بننے کی اجازت، ضرورت پڑنے پر بیع کو فسخ کرنے اور نکاح کے رشتہ کو طلاق کے ذریعہ ختم کرنے کی اجازت بھی اسی ذیل میں آتی ہے، جیسا کہ حدود وعقوبات کے مسائل ہیں، مقتول کے ولی کو اس بات کا حق کہ وہ قصاص معاف کردے، یا دیت میں تخفیف کردے، یا بعض حالات میں دیت کا بجائے قاتل کے اس کے اقارب واصد قا یا عاقلہ پر وجوب، یہ ساری چیزیں اسی لیے مشروع کی گئی ہیں، تاکہ حرج اور مشقت کو دور کیا جائے، علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: "وأما الحاجيات، فمعناها أنها مفتقر إليها من حيث التوسعة ورفع الضيق المؤدي في الغالب إلى الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب، فإذا لم تراع دخل علتى المكلفين على الجملة الحرج والمشقة، ولكنه لايبلغ مبلغ الفساد العادي المتوقع في المصالح العامة، وهي جارية في العبادات، والعادات، والمعاملات، والجنايات ففي العبادات: كالرخص المخففة بالنسبة إلى لحوق المشقة بالمرض والسفر، وفي العادات كإباحة الصيد والتمتع بالطيبات مما هو حلال، مأكلا ومشربا وملبسا ومسكنا ومركبا، وفي المعاملات، كالقراض، والمساقاة، والسلم، وفي الجنايات، كالقسامة، وضرب الدية على العاقلة، وتضمين الصناع"-[23]

"حاجیات" سے مراد وہ مصالح ہیں، جن کی ضرورت تنگی کو دور کرنے اور حرج ومشقت کو رفع کرنے کے لیے پیش آئے اور اگر ان کی رعایت نہ رکھی جائے تو مکلفین کی زندگی مشقت کی وجہ سے دوبھر ہو جائے، لیکن اس طرح کا فساد متصور نہ ہو، جو ضروری مصالح کو نظر انداز کرنے سے برپا ہوتا ہے "حاجیات" کا خانہ بھی عبادات، عادات، معاملات اور جنایات سب کو عام ہے، چنانچہ عبادات میں اس کی مثال وہ رخصتیں ہیں جو مشقت لاحق ہونے کے اندیشہ سے دی گئی ہیں، جو مرض یا سفر کی وجہ سے پیش آتی ہیں۔ اور عادات میں شکار کا حلال ہونا، پاکیزہ اور حلال چیزوں سے استفادہ کرنے کی اجازت شامل ہے، خواہ اس

---

[23] : الشاطبي ابراهيم بن موسى، **الموافقات**، ج2، ص2۔

کا تعلق کھانے پینے کی چیزوں سے ہو یا لباس و مسکن اور سواری وغیرہ سے اور معاملات میں اس کی مثال مضاربت، مساقاۃ وغیرہ کی اجازت ہے اور جنایات میں قسامت اور عاقلہ پر دیت کا وجوب اور ضائع شدہ مال کی ضمانت وغیرہ اس کی مثال ہے۔

3۔ مصلحتِ تحسینیہ:

مصالح و مقاصد کا تیسرا درجہ تحسینی اور کمالیاتی مصالح ہیں، جن کی رعایت پر نہ تو زندگی موقوف ہو اور نہ ان کی عدم رعایت سے حرج اور مشقت ہی کا اندیشہ ہو؛ بلکہ ان کا تعلق اخلاق و عادات اور زندگی کے آداب سے ہو، یعنی مروت اور عقل انسانی کا تقاضا ہو کہ ان مصالح کا تحقق مستحسن ہے اور فطرتِ سلیمہ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ انسانی معاشرہ میں یہ خصلتیں پائی جائیں اور انسانی زندگی ان خوبیوں سے آراستہ ہو، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے بقول:

"الرتبة الثالثة مالايرجع إلى ضرورة ولاإلى حاجة ولكن يقع موقع التحسين والتزيين والتيسي والمزائد ورعاية أحسن المناهج في العادات والمعاملات"۔[24]

تیسرا درجہ (مصالح کا) جو نہ "ضرورت" کے خانہ میں آتا ہو اور نہ "حاجت" کے؛ لیکن اس کا شمار ان امور میں ہوتا ہو، جس کو تحسین و تزئین کے لیے اختیار کیا جاتا ہے اور عادات و معاملات میں جس کی رعایت مستحسن سمجھی جاتی ہے۔

عبادات میں نفلی نمازیں، نفلی روزے، نفلی صدقات کو اس کی مثال قرار دیا جاسکتا ہے، اسی طرح طہارت، ستر عورت وغیرہ کے حکم کو بھی فقہاء نے اسی ذیل میں شمار کیا ہے، بیع و شراء میں ناپاک چیزوں کی خرید و فروخت کی ممانعت کھانے پینے میں پاکیزہ چیزوں کا اہتمام اور خبائث سے اجتناب، عقوبات میں لاش کو مثلہ کرنے کی ممانعت اور عورتوں اور بچوں وغیرہ کے قتل سے اجتناب کا حکم بھی اسی ذیل میں آتا ہے، علامہ شاطبی مصالح کی اس قسم کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وأما التحسينات، فمعناها الأخذ بما يليق من محاسن العادات، وتجنب المدنسات التي تأنفها العقول الراجحات، ويجمع ذلك قسم مكارم الأخلاق في العبادات، كإزالة النجاسة وبالجملة الطهارات كلها وستر العورة وأخذ الزينة، والتقرب بنوافل الخيرات من الصدقات والقربات، وأشباه ذلك وفي العادات، كآداب الأكل والشرب، ومجانبة المآكل النجسات والمشارب المستخبثات،والإسراف والإقتار في المتناولات، وفي المعاملات، كالمنع من بيع النجاسات،وفضل الماء والكلأ وفي الجنايات، كمنع قتل الحر بالعبد، أو قتل النساء والصبيان والرهبان في الجهاد"۔[25] تحسینیات سے مراد اچھی عادتوں کا اختیار کرنا اور ان امور و احوال سے اجتناب ہے جن کو عقلِ سلیم ناپسند کرتی ہو

---

[24]: الغزالی، ابو حامد محمد بن محمد، **المستصفی فی علم الاصول**، ج 1 ص 290۔

[25]: الشاطبي ابراهيم بن موسى، **الموافقات**، ج 2 ص 3۔

اور ان سب کے مجموعہ کو مکارمِ اخلاق سے تعبیر کیا جاسکتا ہے، عبادات میں اس کی مثال نجاست کا ازالہ اور طہارت اور پاکیزگی کا حصول ہے ستر عورت، زینت وآرائش اور نفلی عبادتوں اور صدقات کے ذریعہ خدا کا قرب حاصل کرنے کی کوشش وغیرہ عادات میں کھانے پینے کے آداب، ناپاکی اور خبیث چیزوں سے اجتناب، اسراف اور بخل سے پرہیز، معاملات میں ناپاک چیزوں کی خرید وفروخت کی ممانعت، پانی اور چارہ کی زائد مقدار کی فروخت اور جنایات میں عورتوں، بچوں اور راہبوں کے جہاد کے دوران قتل کی ممانعت وغیرہ اس کی مثالیں ہیں۔

ہمارے اسلاف کے ہاں یہی مصالح تھے جن پر ان کی تقاریر وتحاریر ہوتی تھی اور عموماً پڑھائی بھی یہی جاتی ہیں تاہم ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی[26] مصالح کی اقسام میں توسیع کے قائل ہیں۔اس سلسلے میں انھوں نے امام ابن تیمیہ اورابنِ قیم کے اقوال نقل کیے ہیں۔ موصوف ابن تیمیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ: بعض لوگ مصالح مرسلہ کو جان، مال عزت وآبرو، عقل اور دین کے تحفظ میں محصور کر دیتے ہیں، مگر ایسا کرنا صحیح نہیں ہے، بلکہ مصالح مرسلہ یہ ہیں کہ منافع حاصل کیے جائیں اور مضرتیں دور کی جائیں، دنیا میں (جلب منفعت کی مثال) وہ معاملات اور سرگرمیاں ہیں جن میں عامۃ الناس کی بھلائی مضمر ہو، خواہ ان سے متعلق کوئی حد شرعی مقرر کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو، اور دین میں (جلب منفعت کی مثال) وہ احوال ومعارف، عادات اور زہد کی باتیں ہیں جن میں انسانوں کی بھلائی مضمر ہے جس سے شریعت نے منع نہ کیا ہو۔ جن لوگوں نے مصالح کو ان سزاؤں سے وابستہ کر دیا جو فساد کو دور رکھنے کے لیے مقرر کی گئی ہیں یا جو اموال یا جسم انسانی کو محفوظ رکھنے کے لیے مقرر کی گئی ہیں، ان میں انہوں نے کوتاہی برتی ہے"۔[27]

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی[28] لکھتے ہیں: احکام شرعیہ پر عمل کرنے میں، جب کہ وہ صحیح روایت سے ثابت ہو جائیں، ان کی مصلحتوں کے جاننے تک توقف کرنا جائز نہیں۔ کیونکہ بہت سے انسانوں کی عقلیں بہت سی حکمتوں کو بطور خود نہیں سمجھ سکتیں اور نبی کریم ﷺ کی ذات ہمارے نزدیک ہماری عقلوں سے کہیں زیادہ قابل اعتماد ہے۔[29]

خلاصہ بحث یہ ہے کہ بلاشبہہ اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ دین مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہے، مگر احکام دین پر عمل حکمتوں کے جاننے پر موقوف نہیں ہے، کیوں کہ عقل انسانی محدود ہے اور ضروری نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی تمام حکمتوں کو جان لے۔ اس لیے

---

[26]: اردو وانگریزی زبان کے معروف مؤلف، ہندوستانی عالم دین، 1931ء میں پیدا ہوئے جبکہ ان کا انتقال 2022ء ہوا۔

[27]: ڈاکٹر، محمد نجات اللہ، **مقاصد شریعت**، ص30، تصنیفی اکیڈمی، جماعت اسلامی ہند۔

[28]: معروف محدث ومصنف قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی 1703ء میں مظفر نگر میں پیدا ہوئے، جبکہ آپ کا انتقال اگست 1762ء کو دہلی میں ہوا۔

[29]: محدث دہلوی، **قطب الدین احمد، حجۃ اللہ البالغۃ**، ج1، ص6، قومی کتب خانہ لاہور۔

اس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ انسانوں کے لیے مفید اور انجام کے اعتبار سے قابل اطمینان و موجب فلاح و نجات نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس دین کو ترک کرنا اور اس کو از کار رفتہ قرار دینا انسان کی نادانی پر مبنی ہے، جس کے سنگین نتائج ہو سکتے ہیں۔

مصلحت کی اہمیت و فوائد:

شاہ ولی اللہ نے ان مصالح اور حکمتوں کو جاننے کے فوائد بھی تفصیل سے بیان کیے ہیں۔ ان میں سے بعض اہم فوائد درج ذیل ہیں:

1- اس سے معجزۂ قرآن کی طرح شریعت کے معجزے کا اظہار ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی لائی ہوئی شریعت تمام شریعتوں سے کامل تر ہے، اور اس میں ایسی مصلحتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں جن کی رعایت کسی اور طریقے پر ممکن نہیں۔ یہ کامل شریعت ایک نبی اُمی کی طرف سے پیش کی گئی ہے۔

2- شریعتِ اسلامیہ پر کامل ایمان و یقین کے ساتھ اگر اس کی مصلحتیں بھی معلوم ہو جائیں تو اطمینانِ قلبی حاصل ہوتا ہے اور یہ طمانیت شرعاً مطلوب ہے، جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایمان کامل کے باوجود اللہ تعالیٰ سے اس کا مطالبہ کیا تھا۔ چنانچہ اس کے لیے ان کے سامنے ایک معجزہ دکھا دیا گیا۔

3- فروعی مسائل میں فقہا کے درمیان اختلافات رونما ہوئے ہیں۔ مصالح کے علم سے ان اختلافات میں کسی ایک مسئلے کو ترجیح دینے میں مدد ملتی ہے۔

4- شریعت کے بعض مسائل میں بعض فرقوں کو شک ہے۔ وہ خیال کرتے ہیں کہ ان میں شریعت کا حکم خلافِ عقل ہے اور جو چیز عقل کے خلاف ہو، اسے رد کر دینا چاہیے، جیسے عذابِ قبر کے بارے میں معتزلہ کو شک ہے۔ اسی طرح قیامت میں حساب کتاب اور اعمال کے تولے جانے کے بارے میں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے، اسے حساب لینے اور اعمال کو تولنے کی کیا ضرورت؟ غرض کہ اس طرح کے اور دیگر مسائل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ خلافِ عقل ہیں۔ اس کا سدباب اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ ان کے بارے میں مصلحتوں اور حکمتوں کو بیان کیا جائے، تاکہ شک کا ازالہ ہو۔[30]

اور احکامِ شرعیہ میں مصالح کے ثابت ہونے کے حوالے سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ[31] لکھتے ہیں کہ: شرعی احکام میں تین طریقوں سے مصالح ثابت ہوتے ہیں:

[30]: المصدر السابق، ص8۔

[31]: شیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ فقہ حنبلی کے معروف عالم و مصنف، 621ھ کو حران میں پیدا ہوئے اور 728ھ کو وفات پائی۔

1- متعلق فعل میں مصلحت شامل ہو، اگرچہ شریعت میں اس کی وضاحت نہ کی گئی ہو، جیسے عدل و انصاف کی مصلحت دنیا میں امن و امان کا قیام ہے اور ظلم اور ناانصافی فسادِ عالم کا سبب ہے۔ یہ مصلحت عقل اور شرع دونوں سے ثابت ہے۔

2- شریعت نے جب کوئی حکم دیا تو اس کی بجاآوری ہی میں مصلحت ہے اور کسی چیز سے منع کیا تو اس سے احتراز کرنا ہی تقاضائے مصلحت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شارع کے حکم سے حسن و قبح کا تعین ہوتا ہے۔

3- اللہ تعالیٰ کسی حکم کے ذریعے بندے کا محض امتحان لینا چاہتا ہو کہ وہ اس کی اطاعت کرتا ہے یا نہیں؟ حقیقت میں حکم کی تعمیل مقصود نہ ہو، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی کا حکم دینا، یا بنی اسرائیل کے تین افراد (گنجا، برص زدہ اور اندھے) کی آزمائش کہ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی خصوصی نعمتوں کا اعتراف کریں اور راہ حق میں خرچ کریں۔ اس صورت میں حکمت نفسِ حکم میں ہے نہ کہ اس کی تعمیل کرنے میں"۔[32]

علامہ ابو اسحاق الشاطبی فرماتے ہیں: "احکام شریعت کا اصل مقصد دنیا و آخرت میں بندوں کے مصالح کی حفاظت ہے۔[33]

علامہ ابن قیم لکھتے ہیں: "شریعت کی بنا اور اساس بندوں کے دنیوی و اُخروی مصالح اور حکمتیں ہیں اور وہ پوری کی پوری عدل، رحمت، حکمت اور مصلحت ہے۔"[34]

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ اللہ رب العالمین کا عطا کردہ دین بندوں کے دینی و دنیاوی مصالح اور حکمتوں پر مبنی ہے، اس لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی طریقہ انسانوں کے لیے مفید اور انجام کے اعتبار سے قابل اطمینان و موجب فلاح و نجات نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس دین کو ترک کرنا اور اس کو از کار رفتہ قرار دینا انسان کی نادانی ہے، جس کے سنگین نتائج ہو سکتے ہیں۔

نبوی تعلیمات سے مراد و اہمیت:

نبوی تعلیمات سے مراد وہ اخلاقی، سماجی اور روحانی رہنمائی ہے جو حضرت محمد ﷺ نے اپنے اقوال و افعال کے ساتھ انس و جن کو فراہم کیں، یہ تعلیمات قرآن کریم کے علاوہ احادیثِ رسول ﷺ میں بھی محفوظ ہیں۔ نبوی تعلیمات کا مقصد اولیں انسان کو ایک صالح اور کامل انسان بنانا ہے اور اسے دنیا و آخرت میں کامیابی کی راہ دکھانا ہے۔

---

32 : ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، **مجموع الفتاوی**، ج8، ص435-436، دار الوفاء لدنیا الطبع والنشر، مصر۔

33 : ابو اسحاق، ابراہیم بن موسیٰ الشاطبی، **الموافقات فی اصول الشریعۃ**، ج2، ص6۔

34 : الجوزی، محمد بن ابو بکر، **اعلام الموقعین عن رب العالمین**، ج3، ص3، دار ابن الجوزی للنشر والتوزیع، القاہرہ مصر۔

حاکمِ مطلق کی جناب سے نبی کریم ﷺ کو جو فرائض تفویض کیے گئے قرآن مجید کے متعدد مقامات پر ان کی تفصیل موجود ہے۔(يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ)[35]

1. تلاوتِ آیات
2. تعلیمِ کتاب
3. تعلیمِ حکمت
4. تزکیۂ نفوس

بایں وجہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا"[36] بلاشبہ مجھے معلمِ کائنات بنا کر بھیجا گیا ہے۔

اور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات میں بالخصوص جن چیزوں پر زور دیا گیا ہے وہ دو حصوں میں منقسم ہیں، اولا حقوق اللہ جبکہ ثانیا حقوق العباد ہیں، اور ان کی تفصیل کچھ یوں ہے۔

عقائد: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں، آخرت کے دن اور تقدیر کے بارے میں درست عقائد رکھنا۔

عبادات: نماز، روزہ، زکوۃ، حج اور دیگر عبادات کو اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے ادا کرنا۔

اخلاقیات: صداقت، امانت، عدل وانصاف، احسان، صبر، شکر، توکل، رضا اور دیگر نیک اخلاقیات کو اپنانا۔

معاملات: معاشرے کے مختلف افراد کے ساتھ تعلقات کو خوشگوار اور پائیدار بنانے کے لیے معاملات کے اصولوں پر عمل کرنا۔

نبوی تعلیمات کی اہمیت:

نبی کریم ﷺ کی تعلیمات انسانیت کے لیے ایک روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان تعلیمات میں زندگی کے ہر پہلو کی رہنمائی موجود ہے، چاہے وہ عبادات ہوں، معاملات ہوں، معاشرتی زندگی ہو یا اخلاقیات۔

[35] :اٰل عمران:164۔

[36] :ابن ماجہ، محمد بن یزید، **السنن**، ابواب کتاب السنۃ، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، ح229، ج1، دار السلام للنشر والتوزیع، الریاض۔

امام زہری[37] فرمایا کرتے تھے:"كَانَ مَنْ مَضَى مِن عُلَمَائِنَا يَقُولُونَ: الاعْتِصَامُ بِالسُّنَّةِ نَجَاة" -[38]ہمارے اسلاف، علماء ربانیین فرمایا کرتے تھے کہ (جملہ انسانیت کے لیے)تعلیمات نبویہ میں ہی(دنیوی و اخروی)نجات ہے۔ تاہم تعلیمات نبوی کی اہمیت کو مندرجہ ذیل نکات میں سمجھا جاسکتا ہے۔

1۔ فطرتِ انسانی کی رہنمائی:

نبوی تعلیمات فطرتِ انسانی کی رہنمائی کرتی ہیں۔ انسان فطرتاً ایک اچھی اور نیک مخلوق ہے، لیکن شیطانی اغوا اور معاشرتی بگاڑ اس کی فطرت کو بگاڑ سکتے ہیں۔ نبوی تعلیمات انسان کو اس کی فطرت سے آشنا کرتی ہیں اور اسے فطرتِ سلیم کی پیروی کی ترغیب دیتی ہیں، جیسا کہ اس کی وضاحت خود نبی کریم ﷺ نے فرمائی:

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ:خَطَّ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم يَوْمًا خَطًّا، وَخَطَّ عَنْ يَمِينِهِ خَطًّا، وَخَطَّ عَنْ يَسَارِهِ خَطًّا، ثُمَّ قَالَ هَذَا سَبِيلُ اللَّهِ،ثُمَّ خَطَّ خُطُوطًا فَقَالَ:هَذِهِ سُبُلٌ،عَلَى كُلِّ سَبِيلٍ مِنْهَا شَيْطَانٌ يَدْعُو إِلَيْهِ،وَقَرَأَ "أَنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ"-[39] سیدنا عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لیے ایک خط کھینچا، پھر آپ ﷺ نے اس کے دائیں بائیں مزید خط کھینچے پھر فرمایا، یہ (سیدھا خط) اللہ کی راہ ہے اور فرمایا: یہ (ٹیڑھے خط شیطانی) راہیں ہیں،اور ان میں سے ہر راہ پر ایک شیطان ہے جو اس راہ کی طرف بلاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی(کہ اللہ تعالی فرماتا ہے)یہ سیدھا راستہ میرا راستہ ہے،پس اسی راستے کی اتباع کرو اور جدا جدا راستوں پر نہ چلو،وگرنہ (عدمِ اتحاد و اتفاق کے سبب) تم ایک دوسرے سے جدا ہو جاؤ گے۔

اس حدیث میں واضح انداز میں یہ بتایا گیا ہے کہ انسان کی ہدایت و رہنمائی فقط تعلیماتِ رسول ﷺ پر عمل کی صورت میں ممکن ہے جو شخص اپنے ناقص نظریات و باطل عقائد کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرے گا وہ راہِ ہدایت سے ہٹ جائے گا، منزلِ ہدایت فقط اسی کو میسر ہو گی جس نے اپنے دامن کو باطل عقائد و نظریات سے بچا لیا اور رسول اللہ ﷺ کی لائی ہوئی تعلیمات پر عمل پیرا رہا۔

[37] :ساتویں صدی کے مسلّم راوی ابو بکر محمد بن مسلم الزہری، محدث و مؤرخ،50ھ کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے،123ھ جبکہ بعض مؤرخین کے نزدیک 124ھ کو وفات پائی۔

[38] :الذہبی، شمس الدین، محمد بن عثمان، **سیر اعلام النبلاء**،ج5 ص337،مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان۔

[39] :ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، **مسند**، ح4142،مؤسسۃ الرسالۃ۔

2۔ اخلاقیات کا اعلیٰ معیار:

نبوی تعلیمات اخلاقیات کا ایک اعلیٰ معیار پیش کرتی ہیں۔ صداقت، عدالت، احسان، مروت، عفو و درگزر، صبر و تحمل، شکر گزاری، تواضع، اور انصاف جیسے اخلاقی اوصاف کی تعلیم نبوی تعلیمات کا مرکزی حصہ ہیں۔ یہ اوصاف انسان کو ایک بہتر انسان اور معاشرے کو ایک بہتر معاشرہ بناتے ہیں۔ جیسا کہ اس کی وضاحت سیدنا انس بن مالک سے مروی درج ذیل حدیث سے ہوتی ہے:"عَنْ أَنَسٍ قَالَ خَدَمْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ عَشْرَ سِنِينَ، وَمَا كُلُّ أَمْرِي كَمَا يُحِبُّ صَاحِبِي أَنْ يَكُونَ، مَا قَالَ لِي فِيهَا: أُفٍّ، وَلَا قَالَ لِي لِمَ فَعَلْتَ هَذَا؟ وَأَلَا فَعَلْتَ هَذَا"[40] سیدنا انس بن مالک فرماتے ہیں: میں نے (تقریباً) دس سال تک نبی کریم ﷺ کی خدمت کی، باخدا! آپ ﷺ نے کبھی مجھے "اف" بھی نہیں کہا اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ میں نے کچھ کیا ہو اور آپ ﷺ نے پوچھا ہو کہ تم نے فلاں کام کیوں کیا؟ اور کبھی ایسا بھی نہیں ہوا کہ میں نے کوئی کام ترک کیا ہو اور آپ ﷺ نے پوچھا ہو کہ تم نے فلاں کام کیوں نہ کیا؟ اور رسول اللہ ﷺ لوگوں میں اخلاق کے اعتبار سے سب سے بہتر تھے۔

یہ اخلاقی تربیت کی ایک عمدہ مثال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر حضرت انس کو اور انہوں نے قولی طور پر نبی کریم ﷺ کے اس عمل کو امت تک پہنچایا۔ دس سال کے طویل عرصے میں اپنے خادم کے سامنے اخلاق کا ایک ایسا نمونہ پیش کرنا کہ جس میں لفظِ اف تک بھی نظر نہ آئے یقینی طور پر ایسی تعلیمات بنی نوع انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کا ضامن ہیں۔

3۔ معاشرتی عدل و انصاف:

ایمان اور اخلاقی اصلاح کے بعد تیسرے نمبر پر معاشرت آتی ہے کہ جس کے حوالے سے تعلیماتِ نبویہ ﷺ میں ہر جہت سے رہنمائی موجود ہے۔ نبوی تعلیمات معاشرتی عدل و انصاف کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔ نبوی تعلیمات میں تمام انسانوں کو برابر حقوق دیے گئے ہیں، چاہے وہ کسی بھی نسل، قوم، مذہب، یا طبقے سے تعلق رکھتے ہوں۔ نبوی تعلیمات ظلم و ستم، جبر و تشدد، اور امتیازی سلوک کی ممانعت کرتی ہیں۔ مثلا

عَنْ عَائِشَةَ، أَنَّ قُرَيْشًا أَهَمَّهُمْ شَأْنُ الْمَخْزُومِيَّةِ الَّتِي سَرَقَتْ، فَقَالُوا مَنْ يُكَلِّمُ رَسُولَ اللهِ ﷺ فِي ذَلِكَ؟ فَقَالُوا: وَمَنْ يَجْتَرِئُ عَلَى ذَلِكَ إِلَّا أُسَامَةَ بْنُ زَيْدٍ حِبُّ رَسُولِ اللهِ ﷺ، فَكَلَّمَ أُسَامَةُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقَالَ لَهُ:

---

[40] :القشیری، مسلم بن حجاج، **المسند الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول اللہ ﷺ**، کتاب الفضائل، باب حسن خلقہ ﷺ، ح 6011، ج 2، ص 763، دار إحیاء التراث العربی، بیروت لبنان۔

أَتَشْفَعُ فِي حَدٍّ مِنْ حُدُودِ اللَّهِ ثُمَّ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَخْطُبُ النَّاسَ فَقَالَ إِنَّمَا أَهْلَكَ الَّذِينَ كَانُوا قَبْلَكُمْ أَنَّ الشَّرِيفَ إِذَا سَرَقَ فِيهِمْ تَرَكُوهُ، وَإِذَا سَرَقَ فِيهِمُ الضَّعِيفُ حَدُّوهُ، وَايْمُ اللَّهِ، لَوْ أَنَّ فَاطِمَةَ بِنْتَ مُحَمَّدٍ سَرَقَتْ لَقَطَعْتُ يَدَهَا۔[41] ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا بیان کرتی ہیں کہ فاطمہ بنت اسود نامی ایک مخزومی عورت نے (فتح مکہ کے موقع پر) چوری کی جس نے قریش کو فکر میں ڈال دیا انہوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ اس معاملہ میں نبی کریم ﷺ سے کون گفتگو کرے گا؟ آخر یہ طے پایا کہ حضرت اسامہ بن زید آپ ﷺ کے بہت عزیز ہیں ان کے سوا اور کوئی یہ بات کرنے کی ہمت نہیں کر سکتا، چنانچہ حضرت زید نے آپ ﷺ سے اس بارے میں (سفارش کرتے ہوئے) کچھ کہا تو آپ ﷺ نے فرمایا اے اسامہ کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں مجھ سے سفارش کرتے ہو؟ پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور خطبہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے فرمایا، اے لوگو! تم سے پہلے بہت سے امتیں اس لیے ہلاک ہوئیں کہ جب ان کا کوئی بڑا/ مالدار آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیا کرتے تھے اور اگر کوئی کمزور/ غریب آدمی چوری کرتا تو اس پر حد قائم کیا کرتے تھے اور (آپ ﷺ نے فرمایا) اللہ کی قسم اگر اس عورت کی جگہ فاطمہ بنت محمد بھی چوری کرتی تو میں ان کا بھی ہاتھ کاٹ ڈالنے کا حکم دیتا۔

مذکورہ بالا حدیث میں معاشرتی عدل و انصاف کی ایک واضح مثال نظر آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ اپنے معاشرے کو عدل و انصاف کا درس دیا، وہ لوگ جن کے قوانین فقط غرباء پر عائد ہوتے تھے اور اغنیاء ان قوانین سے مستغنی سمجھے جاتے تھے اس معاشرے میں امن قائم کرنا اور بلا امتیاز رنگ و نسل سب کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرنا یہ کسی بھی جہاد سے کم نہیں تھا، اور یہی وجہ ہے کہ عرب کی تہذیب گنتی کے چند سالوں میں دنیا بھر کی بڑی بری تہذیبوں میں ایک نمایاں تہذیب بن گئی۔

4۔ روحانی بلندی:

نبوی تعلیمات انسان کو روحانی بلندی تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں۔ نبوی تعلیمات میں عبادات، ذکر و اذکار، اور دعاؤں کی تعلیم دی گئی ہے، جو انسان کے روحانی ارتقاء میں مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ یہ تعلیمات انسان کو نفس پر قابو پانے، دنیا سے وابستگی کم کرنے، اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہیں۔ جیسا کہ ہم درج ذیل مثال سے بخوبی سمجھ سکتے ہیں،

عَنْ حَنْظَلَةَ الأُسَيِّدِيِّ وَكَانَ مِنْ كُتَّابِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ مَرَّ بِأَبِي بَكْرٍ وَهُوَ يَبْكِي، فَقَالَ: مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا أَبَا بَكْرٍ، نَكُونُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ يُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةِ وَنَسِينَا كَثِيرًا، قَالَ: فَوَاللَّهِ إِنَّا لَكَذَلِكَ، انْطَلِقْ بِنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَانْطَلَقْنَا، فَلَمَّا رَآهُ رَسُولُ اللَّهِ

[41] بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ**، کتاب احادیث الانبیاء، ح 3475، ج 2، ص 682، دار طوق النجاۃ۔

ﷺ قَالَ مَا لَكَ يَا حَنْظَلَةُ؟ قَالَ: نَافَقَ حَنْظَلَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ، نَكُونُ عِنْدَكَ تُذَكِّرُنَا بِالنَّارِ وَالْجَنَّةِ كَأَنَّا رَأْيَ عَيْنٍ، فَإِذَا رَجَعْنَا عَافَسْنَا الْأَزْوَاجَ وَالضَّيْعَةَ وَنَسِينَا كَثِيرًا، قَالَ: فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم: لَوْ تَدُومُونَ عَلَى الْحَالِ الَّتِي تَقُومُونَ بِهَا مِنْ عِنْدِي لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ فِي مَجَالِسِكُمْ، وَفِي طُرُقِكُمْ، وَعَلَى فُرُشِكُمْ، وَلَكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً.[42] حضرت حنظلہ اسیدي سے روایت ہے (اور یہ نبی اکرم ﷺ کے کاتبوں میں سے ایک کاتب تھے) وہ کہتے ہیں: میں سیدنا ابو بکر کے پاس سے روتے ہوئے گزرا، تو انہوں نے کہا اے حنظلہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے کہا اے ابو بکر! حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے (اور بات کچھ ایسے ہے) کہ جب ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس ہوں، اور آپ ہمیں جہنم اور جنت کی یاد اس طرح دلاتے ہیں کہ گویا ہم جنت و دوزخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں، لیکن جب ہم دنیوی کاروبار اور اپنے بچوں میں واپس چلے آتے ہیں تو اس نصیحت میں سے بہت کچھ بھول جاتے ہیں، حضرت ابو بکر صدیق نے کہا: اللہ کی قسم! میرا بھی یہی حال ہے۔ چلو رسول اللہ ﷺ کے پاس چلتے ہیں، چنانچہ ہم دونوں چل پڑے، پھر جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا: اے حنظلہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! حنظلہ منافق ہو گیا ہے، جب ہم آپ کی مجلس میں ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جہنم اور جنت کی یاد اس طرح دلاتے ہیں گویا کہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں، لیکن جب ہم دنیوی کاروبار اور اپنے بچوں میں واپس لوٹ جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ حنظلہ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت میں رہو جس کیفیت میں میرے پاس ہوتے ہو تو یقین جانو کہ فرشتے تمہاری مجلسوں میں، تمہارے راستوں میں اور تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کریں، لیکن اے حنظلہ! یہ وقت وقت کی بات ہے۔

یہ حدیث انسان کی روحانی ترقی کی طرف ایک اشارہ ہے کہ کہ جب تک انسان ذاتِ رسالت مآب سے منسلک رہے گا تب تک اس کی روح اعلی علیین کی طرف اپنا سفر جاری رکھے گی جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے حنظلہ جب تک آپ اپنے قلب و روح کو تعلیمات اسلام سے وابستہ رکھیں گے تب تک آپ رحمتِ الٰہیہ کے زیرِ سایہ رہیں گے، ایمان کی مضبوطی و اعمال صالحہ کی توفیق اسی عملِ خیر میں ہے کہ آپ ہمیشہ اپنی ذات کو راہ مستقیم پر چلنے والا پائیں گے اور اگر ایک لمحے کے لیے بھی آپ اس سے تہی دامن ہوئے تو آپ کا ظاہر باطن یکساں نہیں رہے گا۔

[42] :: القشیری، مسلم بن حجاج، **المُسنَدُ الصحیح المختصر من السنن بنقل العدل عن العدل عن رسول اللہ ﷺ**، کتاب التوبۃ، باب فَضْلِ دَوَامِ الذِّكْرِ وَالْفِكْرِ فِي أُمُورِ الآخِرَةِ وَالْمُرَاقَبَةِ وَجَوَازِ تَرْكِ ذَلِكَ فِي بَعْضِ الْأَوْقَاتِ وَالِاشْتِغَالِ بِالدُّنْيَا، ح 6967، ج 2، ص 973۔

5۔ دنیوی واخروی کامیابی:

نبوی تعلیمات دنیاوی و اخروی کامیابی کی کنجی ہیں۔ نبوی تعلیمات میں محنت، لگن، اور حلال طریقوں سے رزق کمانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نبوی تعلیمات انسان کو امانت داری، دیانت داری، اور مہارت سے کام کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔ نبوی تعلیمات پر عمل کرنے والا انسان دنیامیں بھی کامیاب ہوتاہے اور آخرت میں بھی نجات حاصل کرتاہے۔

عن أبي هريرة: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قَالَ: كلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَنْ يَأْبَى؟ قَالَ مَنْ أَطَاعَنِي دَخَلَ الجنة، ومن عصاني فقد أبى۔[43]

حضرت ابوہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت کاہر فرد جنت میں داخل ہو گا سوائے اس آدمی کے جس نے (میری تعلیمات کا) انکار کیا، آپ ﷺ سے سوال کیا گیا کہ وہ کون شخص ہے جو آپ (کی تعلیمات) کا انکار کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس نے میری اطاعت / اتباع کی وہ جنت میں داخل ہو گا اور جس کسی نے میرے حکم کی نافرمانی کی اس نے میرا انکار کیا۔

اس سے ملتے جلتے الفاظ کے ساتھ امام طبرانی نے سیدنا ابوسعید خدری سے مروی حدیث کو نقل کیا ہے جس میں اس بات کا اضافہ ہے کہ "وَمَنْ عَصَانِي فقد دَخَلَ النَّارَ" جو شخص میرا انکار کرے گا وہ دوزخ میں جائے گا۔ میری ذات سے مراد میری تعلیمات ہیں جیساکہ شارحین نے اس بات کی وضاحت کی ہے، مذکور الصدر حدیث میں اس بات کو باحسن بیان کر دیا گیا ہے کہ کسی بھی شخص کی دنیوی و اخروی کامیابی فقط تعلیماتِ رسول ﷺ کی اتباع و اطاعت سے ممکن ہے، اس کے برعکس کوئی شخص کسی بھی لحاظ سے اخروی کامیابی تک رسائی حاصل نہیں کر سکتا۔

مذکورہ بالا پانچ صورتوں میں نبی کریم ﷺ کی تعلیمات بنی نوع انسان کے لیے رشد وہدایت بن کر نصابِ زندگی قرار پائیں علاوہ ازیں جتنی چیزیں بھی ہوں گی وہ انہیں کے ضمن میں آئیں گی جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

ادراکِ احوال کا معنی ومفہوم:

ادراک احوال کا مطلب ہے کسی چیز یا صورتحال کی حقیقی نوعیت اور اس سے متعلقہ تمام حقائق اور اہم معلومات کو سمجھنا۔ یہ ایک ایسی صلاحیت ہے جو انسان کو اپنے ارد گرد کی دنیا کو بہتر طور پر سمجھنے اور اس میں مؤثر طریقے سے کام کرنے میں

---

[43] : بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ**، کتاب الاعتصام والسنۃ، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ح 7280، ج2، ص1032۔

مدد دیتی ہے۔ ادراک احوال ایک اہم صلاحیت ہے جو انسان کو اپنے ارد گرد کی دنیا کو بہتر طور پر سمجھنے اور اس میں مؤثر طریقے سے کام کرنے میں مدد دیتی ہے۔ مسلسل مشق اور محنت سے ادراک احوال کو بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

ادراک احوال میں مندرجہ ذیل عناصر شامل ہیں:

مشاہدہ: اپنے ارد گرد کی دنیا کو دیکھنا، سننا، سونگھنا، چکھنا، اور چھونا۔

معلومات کی تفہیم: مشاہدات سے حاصل ہونے والی معلومات کو سمجھنا اور ان کی تشریح کرنا۔

یادداشت: ماضی میں حاصل ہونے والی معلومات کو یاد رکھنا۔

منطق: معلومات کا تجزیہ کرنا اور نتیجے اخذ کرنا۔

فیصلہ سازی: معلومات کی بنیاد پر فیصلے کرنا اور اقدامات کرنا۔

ادراک احوال کی اہمیت:

ادراک احوال ایک اہم صلاحیت ہے جو انسان کو اپنے ارد گرد کی دنیا کو بہتر طور پر سمجھنے اور اس میں مؤثر طریقے سے کام کرنے میں مدد دیتی ہے۔ یہ صلاحیت مندرجہ ذیل فوائد فراہم کرتی ہے:

سیکھنے اور ترقی میں مدد: ادراک احوال انسان کو نئی معلومات سیکھنے اور اپنی مہارتوں اور علم کو فروغ دینے میں مدد دیتی ہے۔

مسائل کے حل میں مدد: ادراک احوال انسان کو مسائل کی نشاندہی کرنے، ان کے اسباب کا تعین کرنے، اور ان کے حل تلاش کرنے میں مدد دیتی ہے۔

فیصلہ سازی میں مدد: ادراک احوال انسان کو درست اور بروقت فیصلے کرنے میں مدد دیتی ہے۔

خطرات سے بچاؤ میں مدد: ادراک احوال انسان کو اپنے ارد گرد کے خطرات سے آگاہ ہونے اور ان سے بچنے میں مدد دیتی ہے۔

تعاون اور تعلقات میں مدد: ادراک احوال انسان کو دوسروں کی ضروریات اور احساسات کو سمجھنے اور ان کے ساتھ بہتر تعلقات استوار کرنے میں مدد دیتی ہے۔

ادراک احوال کی امثلہ:

نبی کریم ﷺ کی سیرت واحادیث میں ایسے متعدد واقعات ملتے ہیں جن میں آپ ﷺ نے ایک ہی سوال کے مختلف جوابات دیے ہیں۔ یہ بات بعض اوقات سمجھنے میں بظاہر الجھن کا باعث بن سکتی ہے، لیکن اگر ہم ان واقعات کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کے اس عمل کے پیچھے ایک گہری حکمت کارفرما ہے۔ ایک سوال کے متعدد جوابات کی کچھ ایسی وجوہات و حِکَم ہیں جن کو جاننے اور سمجھنے کے لیے احادیث رسول ﷺ کا گہرا مطالعہ کرنے کی

ضرورت ہے۔ اگر ہم باریک بینی سے ذخیرہ احادیث میں موجود ایسے واقعات و قصص کا مطالعہ کریں تو اس میں بڑی وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ نبی کریم ﷺ سائل کے احوال و کیفیات کو دیکھ کر اس کے مطابق جواب دیا کرتے تھے، اور سائل کی کیفیات کو ہم مندرجہ ذیل اقسام میں سمجھ سکتے ہیں۔

1۔ سوال کرنے والے کی حالت و کیفیت:

نبی کریم ﷺ سوال کرنے والے کی ذہنی اور علمی صلاحیت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے مطابق جواب دیتے تھے۔ آسان فہم اور مختصر جوابات ان لوگوں کے لیے ہوتے تھے جو علم دین میں نئے تھے یا جن کی سمجھ کم تھی۔ جبکہ مشکل اور تفصیلی جوابات ان لوگوں کے لیے ہوتے تھے جو علم دین میں زیادہ راسخ تھے اور جن کی سمجھ زیادہ تھی۔ جیسا کہ ہم درج ذیل حدیث سے اس بات کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں،

عن جرموز الهجيمى قال ،قُلتُ يا رَسُولَ اللهِ ﷺ اَوصِينِى قَالَ اوصِيكَ ،اَن لَا تَكُونَ لَعانا۔[44] حضرت جرموز الہجیمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ مجھے کوئی وصیت فرمائیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تم لعن وطعن کرنے والے نہ بننا۔

اس حدیث میں صحابی رسول کا نبی کریم ﷺ سے وصیت کی درخواست کرنا اور اس پر نبی کریم ﷺ کا لعن طعن نہ کرنے کی وصیت کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کی کیفیت کو دیکھ رہے تھے، چونکہ عرب میں رواج تھا کہ وہ اپنے اشعار کے ذریعے کسی کی مدح یا ہجو کرتے تو مبالغہ آرائی سے کام لیتے، تو اسی بنا پر نبی کریم ﷺ نے ان کو یہ وصیت فرمائی عام لوگوں کی طرح زبان درازی کرنے والے نہ بننا، یا پھر اس سے مراد یہ ہو سکتا ہے کہ اس مجلس میں کوئی ایسا آدمی بیٹھا ہو گا جو زبان کا استعمال مناسب نہ رکھتا ہو گا نبی کریم ﷺ نے ان کو جرموز ہجیمی کے ذریعے وصیت فرمادی، یا پھر اس میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ حضرت جرموز جس علاقہ سے تعلق رکھتے تھے اس علاقہ میں لوگوں کو اس چیز کی ضرورت تھی تو نبی کریم ﷺ ان کو یہ وصیت فرمائی تاکہ یہ اپنے علاقہ میں جاکر تبلیغ کریں اور ان کو زبان کے استعمال کے حوالہ سے اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں، گویا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت جرموز کے ذریعے پورے علاقہ کو وصیت فرمائی۔

2۔ ذہنی اور نفسیاتی حالت:

نبی کریم ﷺ سوال کرنے والے کی ذہنی اور نفسیاتی حالت کا بھی لحاظ رکھتے تھے۔ اگر کوئی صحابی کسی مسئلے سے دوچار تھا یا کسی خاص کیفیت میں تھا تو نبی کریم ﷺ اس کے مطابق جواب دیتے تھے۔

---

[44] :ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، مسند، ج9، ص469، ح20678۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضي الله عنه: أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ: أَوْصِنِي، قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مراراً، قال لا تغضب۔[45] سیدنا ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: کسی شخص نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے کچھ وصیت فرمائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا غصہ نہ کیا کرو، پس اس شخص نے اس بات کو متعدد دفعہ دہرایا کہ مجھے وصیت فرمائیں، تو آپ ﷺ نے جواباً یہی ارشاد فرمایا کہ غصہ نہ کیا کرو۔

مذکورہ بالا حدیث میں صحابیِ رسول ﷺ کا ایک سے زائد دفعہ ایک ہی سوال کرنا اور نبی کریم ﷺ کا بار بار ایک ہی جواب دینا اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اس شخص کی ذہنی اور نفسیاتی حالت سے واقف تھے کہ یہ شخص جلد اور کثرت سے غصہ کرنے والا ہے لہٰذا اسی چیز کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے اسے جواب دیا کہ وہ اپنا مزاج ٹھنڈا رکھیں اور غصہ نہ کیا کریں۔ سائل کو نفسیاتی رہنمائی کی ضرورت تھی تو اسی ضرورت کے پیشِ نظر کائنات کے سب سے عظیم حکیم نے حکمت و دانائی کے ساتھ ان کی رہنمائی فرمائی اور غصہ نہ کرنے کی تعلیم دی۔

3۔ وقت اور حالات:

نبی کریم ﷺ سوال کے سیاق و سباق اور اس کے پس منظر کو بھی مد نظر رکھتے ہوئے اس کا جواب دیتے تھے۔ ایک ہی سوال کا جواب مختلف حالات اور مواقع میں مختلف ہو سکتا ہے کیونکہ ہر موقع کا اپنا ایک مطالبہ و تقاضا ہوتا ہے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ حِينَ بَعَثَهُ إِلَى الْيَمَنِ : يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْصِنِي ، قَالَ : أَخْلِصْ دِينَكَ يَكْفِكَ الْعَمَلُ الْقَلِيلُ -[46] سیدنا معاذ بن جبل بیان کرتے ہیں: انہوں نے یمن جاتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی وصیت فرمائیں، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنا دین خالص رکھنا اس خلوص کے سبب آپ کا تھوڑا عمل بھی کافی ہو جائے گا۔

صحابیِ رسول ﷺ سیدنا معاذ بن جبل جن پر نبی کریم ﷺ کو دینی معاملات میں اس قدر اعتبار تھا کہ آپ ﷺ نے ان کو یمن کی طرف قاضی بنا کر بھیجا، آپ ﷺ کا یہ عمل اس بات کی عکاسی کرتا ہے کہ رسول اللہ ان پر حد درجہ اعتماد رکھتے تھے کہ یہ تعلیماتِ دین سے مکمل آگہی کے سبب اس قابل ہیں کہ ان کو قاضی بنایا جائے یعنی آپ ﷺ کے ذہن میں ان کے دینی معاملات کو لے کر کسی قسم سے شکوک و شبہات نہیں تھے، لیکن جب انہوں نے جاتے ہوئے وصیت کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنا دین یمن میں جا کر بھی ہمیشہ ایسے ہی خالص رکھنا جیسا کہ مدینہ منورہ میں ہے، جیسے یہاں ایک

---

[45]: بخاری، محمد بن اسماعیل، **الجامع الصحیح المسند المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ**، کتاب الادب، باب الحذر من الغضب، ح 6116۔

[46]: الحاکم، ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ، **مستدرک علی الصحیحین**، کتاب الرقاق، ج 4، ص 341، ح 7844، دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان۔

قلیل مدت میں آپ کو قبولِ اسلام کے بعد یمن کا قاضی بنا دیا گیا ہے اسی طرح آپ کا خلوص آپ کو ہر جگہ تھوڑی محنت کے بدلے میں زیادہ عزتیں دے گا۔ وقت بھی اگرچہ بدلے گا اور حالات بھی متغیر ہوں گے لیکن آپ کا ایمان ہمیشہ ارتقائی سفر کرے نہ کہ تنزل کا شکار ہو۔

4۔ مقصد اور غرض:

نبی کریم ﷺ سوال کرنے والے کے مقصد اور غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے اس کا جواب دیتے تھے۔ اگر کوئی صحابی کسی خاص مقصد یا غرض سے سوال پوچھتا تھا تو نبی کریم ﷺ اس کے مطابق جواب دیتے تھے۔ جیسا کہ درج ذیل حدیث سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے:

عَنْ أَبِي ذَرٍّ رضي الله عنه قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَوْصِنِي قَالَ:إِذَا عَمِلْتَ سَيِّئَةً فَأَتْبِعْهَا حَسَنَةً تَمْحُهَا قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَمِنَ الْحَسَنَاتِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ قَالَ: هِيَ أَفْضَلُ الْحَسَنَاتِ۔[47] **سیدنا ابو ذر غفار کرتے ہیں:** میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھے کوئی وصیت فرمائیں، تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب آپ سے کوئی برا عمل سرزد ہو جائے تو اس کے فورا بعد کوئی نیک کام کر لیا کریں، وہ نیک کام برائی کے اثر کو ختم کر دے گا، تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ کیا لا الہ الا اللہ کا ذکر بھی نیکیوں میں سے ہے تو جوابا نبی کریم ﷺ نے فرمایا بے شک یہ تمام نیکیوں سے بڑی نیکی ہے۔

اگر سیدنا جندب بن جنادہ ابو ذر غفاری کے مناقب کو دیکھا جائے تو ان کو اس امت کا ایک متقی شخص کہا گیا، چونکہ یہ کثرت سے عبادت کیا کرتے تھے، صدق گو، عبادت گزار، نرم مزاج اور قناعت جیسے اوصاف اپنے اندر رکھتے تھے اب ان اوصاف کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے نبی کریم ﷺ نے ان کو جواب دیا۔ چونکہ مقصد اور غرض یہ تھی کہ ابو ذر اپنی روحانی منازل میں مزید ترقی کریں اور اگر بالفرض بتقاضائے انسانیت ان سے کوئی غلطی ہو بھی جائے تو اس کا بوجھ زیادہ دیر تک اپنے کندھوں پر نہ رہنے دیں بلکہ اس کے فورا بعد نیکی کر لیا کریں تا کہ نیکی سے برائی کا اثر ختم ہو جائے۔

اور بعد ازاں سیدنا ابو ذر کا دوبارہ سوال کرنا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا یہ کلماتِ توحید "لا اله الا الله" پڑھنا بھی نیکی ہے؟ اس میں یہ امر پوشیدہ ہے کہ انہوں نے اس نیکی کے بارے میں پوچھا جو زبانی طور پر بغیر وضو کے بھی کی جا سکتی ہے۔ تا کہ غلطی کے بعد فورا بعد بغیر کسی توقف کے زبانی طور پر نیکی کی جا سکے۔

[47]: ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، **مسند**، ح21487، ج7، ص984۔

5۔ ذاتی مسائل اور حالات:

بعض اوقات نبی کریم ﷺ صحابہ کی ذاتی ضروریات اور ان کے حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے سوالات کے جواب دیتے تھے۔ مثال کے طور پر، اگر کوئی صحابی کسی خاص مسئلے سے دوچار تھا تو نبی کریم ﷺ اس کے لیے ایک ایسا جواب دیتے تھے جو اس کے مسئلے کا حل پیش کر سکے۔

عن حرملة العنبري قال أَتَيْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ، فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَوْصِنِي. قَالَ: اتَّقِ اللهَ، وَإِذَا كُنْتَ فِي مَجْلِسٍ فَقُمْتُ مِنْهُ فَسَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ مَا يُعْجِبُكَ، فَأْتِهِ، وَإِذَا سَمِعْتَهُمْ يَقُولُونَ مَا تَكْرَهُ فَاتْرُكْهُ۔[48]

حضرت حرملہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی وصیت فرمائیں، نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ سے ڈرا کرو اور جب کسی مجلس میں شریک ہونے کے بعد وہاں سے اٹھو اور ان سے کوئی اچھی بات سنو تو اس پر عمل کرو اور کسی بری بات کا تذکرہ کرتے ہوئے سنو تو اسے چھوڑ دو۔

مذکورہ حدیث میں حضرت حرملہ کو نبی کریم ﷺ نے وصیت فرمائی کہ خوف خدا کی کیفیت کو ہمیشہ اپنے قلب کی زینت بنائے رکھنا، اور لوگوں کے راز فاش کرنے سے اس حد تک بچنا کہ کوئی بات جو کسی قوم یا فرد کی رسوائی کا سبب ہو اس بات کو دوسروں تک نہ پہنچانا، ہاں اگر اچھی بات سنو اور تمہیں علم ہو کہ اس بات سے قائل کی عزت میں اضافہ ہو گا یا کم از کم یہ بات اس کی تحقیر کا سبب نہیں بنے گی تو ایسی بات دوسروں تک پہنچا دو، یہ حدیث حضرت حرملہ کی ذات سے خاص تعلق رکھتی ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت حرملہ اور ان کے ذریعے پوری امت کی تربیت کے لیے ارشاد فرما رہے ہیں کہ اپنی ذات میں ایسا وصف پیدا کریں جو کسی کی عزت کا سبب بنے۔ اور اس سلسلے میں اپنے دل کے اندر ہمیشہ خوفِ خدا رکھنا کہ تمہاری وجہ سے کسی کی آبرو ریزی نہ ہو۔

نتائج بحث:

- اسلام کا بنیادی مقصد انسان کی فلاح و بہبود ہے، اور اس مقصد کے حصول کے لیے رعایتِ مصالح العباد ناگزیر ہے۔
- شریعت میں ہر طرح کے حالات کے لیے احکام موجود ہیں، لیکن جب کوئی نئی صورتحال پیدا ہو تو اس میں موجود اصولوں کی مدد سے نئے فیصلے کیے جا سکتے ہیں۔
- اجتہاد کے ذریعے ہی جدید حالات میں شریعت کے احکام کو لاگو کیا جا سکتا ہے۔

[48]: ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، مسند، ج4، ص305، ح18245۔

- رعایتِ مصالح العباد مسلمانوں میں اتحاد اور یکجہتی پیدا کرنے میں مددگار ثابت ہوتی ہے۔
- رعایتِ مصالح العباد کے ذریعے مسلمان دوسرے مذاہب اور ثقافتوں کے لوگوں کے ساتھ بہتر تعلقات قائم کر سکتے ہیں۔

تجاویز وسفارشات:

- تحریری یا تقریری فتاوی دینے سے قبل معاشرے میں پائے جانے والے حتی المقدور جملہ مسائل کو ملحوظ رکھا جائے۔
- قانون ساز اداروں کے لیے ضروری ہے کہ قوانین بناتے وقت لوگوں کے مفاد کو مد نظر رکھیں اور انصاف کے ساتھ قانون سازی کریں۔
- بڑے بڑے مدارس وتنظیمات میں موجود دار الافتاء کے مفتیان کرام کے لیے مناسب یہ کہ وہ ماحول ومعاشرہ اور سائلین کی کیفیت وحالات سے حتی المقدور واقفیت حاصل کر کے فتاوی جاری کیا کریں۔